4۔محنت پسند خردمند ــــ مولانا محمد حسین آزاد

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر 29 : ○ **خردمند:** عقلمند ○ **گلشن حال:** زمانہ حال ○ **دُوربین:** وہ آلہ جس کی مدد سے دُور کے مناظر واضح نظر آتے ہیں ○ **ماضی :** گزرا ہوا زمانہ ○ **استقبال :** آنے والا زمانہ ○ **روایت کرنا :** بیان کرنا ○ **پیراہن:** لباس ○ **بدی:** برائی، ○ **غبار:** گرد ○ **اولادِ آدم:** آدم کی اولاد یعنی انسان ○ **مسرت عام:** عام خوشی ○ **مدام:** ہمیشہ ○ **عالم:** کیفیت، حالت ○ **ملک فراغ:** ہر طرف فراغت تھی ○ **خسروآرام:** آرام کا بادشاہ ○ **فرشتہ مقام:** فرشتوں جیسا ○ **رعیت:** رعایا ○ **خراج باج:** لگان، ٹیکس ○ **اطاعت:** حکم ماننا ○ **گلگشت کرنا:** باغ کی سیر کرنا ○ **آبِ حیات:** وہ پانی جس کے پینے والے کو کبھی موت نہیں آتی ○ **موافق:** ٹھیک، مناسب ○ **جاڑا :** سردی ○ **سوا :** زیادہ، علاوہ ○ **قوت ہاضمہ :** خوراک کو ہضم کرنے کی قوت ○ **رفیق :** دوست ○ **رنگارنگ:** مختلف اقسام کے ○ **مقوی:** قوت بخش ○ **مفرح:** فرحت عطا کرنے والا ○ **صبا:** صبح کی خوشگوار ہوا ○ **نسیم:** ٹھنڈی ہوا ○ **شمیم:** خوشبو ○ **زمزمے:** نغمے ○ **کلیل کرنا:** جانوروں کا خوشی سے اُچھلنا۔

صفحہ نمبر 30 : ○ **جابجا:** جگہ جگہ ○ **بسر کرنا:** گزارنا ○ **بہتات:** فراوانی ○ **رنج:** دُکھ ○ **مالامال:** بھرپور ○ **فارغ البال:** بے فکر ○ **پھولوں کا تختہ :** پھولوں کی کیاری ○ **عالم مہک گیا:** دُنیا خوشبو سے بھر گئی ○ **کھٹک:** خدشہ ○ **گلزار :** باغ ○ **شیاطین :** شیطان کی جمع ○ **ذریات :** اولاد ○ **غارت :** بربادی ○ **تاراج :** بربادی، لوٹ مار ○ **اثرِ صحبت:** تعلق کا نتیجہ ○ **بہ موجب:** کے مطابق، کی وجہ سے ○ **عیش وافر:** ضرورت سے زیادہ آرام ○ **سامان فراوان:** ضرورت سے زیادہ سامان ○ **بے احتیاجی:** کوئی ضرورت نہ ہونا ○ **تونگری:** دولت مندی ○ **اپنے تئیں:** خود کو ○ **افلاس:** غربت ○ **احتیاج:** حاجت ○ **پیرزادہ:** پیر کی اولاد ○ **طمع خام کا خمیر:** لالچی طبیعت ○ **معتقد:** اعتقاد رکھنے والا، عقیدت مند

صفحہ نمبر 31 : ○ **حاجت مند:** ضرورت مند ○ **نحس قدم:** منحوس ○ **انواع و اقسام کی:** مختلف قسموں کی ○ **ساگ پات:** معمولی کھانے ○ **نباتات:** پودے ○ **گزران:** گزراوقات ○ **ٹڈی دل:** ٹڈیوں کا گروہ، بہت بڑی فوج ○ **وبا:** پھیلنے والی بیماری ○ **غول:** گروہ ○ **تہلکہ :** تباہی ○ **یک قلم :** فوراً ○ **بالکل :** تمام ○ **رنگ بے رنگ:** بہت بُرے حالات ○ **برائے خدا:** خدا کے واسطے ○ **خفا:** ناراض ○ **فرشتہ سیرت:** بہت نیک ○ **بے کس:** بے بس، لاچار ○ **سلطنت:** حکومت

صفحہ نمبر 32 : ○ **سراغ:** نشانی، پتا ○ **دامن کوہ:** پہاڑ کا دامن ○ **قوی ہیکل:** مضبوط جسم والا ○ **جھرجھرایا ہوا چہرہ:** ایسا چہرہ جس پر جھریاں پڑی ہوں ○ **تمتمایا ہوا:** چمکتا ہوا ○ **ریاضت:** محنت ○ **اوزار:** آلات ○ **سب کے منہ کا نوالہ:** سب کی بات ماننے والا، کمزور ○ **ریلا:** لہر، دھکا ○ **منجدھار:** سمندر یا دریا کا وسط

○ **شوریت**: بنجر پن ○ **آزار**: مشکل، دُکھ، مصیبت۔
صفحہ نمبر 33: ○ **اپنے ڈھب پر**: اپنی مرضی کے مطابق ○ **تسخیر کر لینا**: فتح کر لینا ○ **دل لبھایا**: دل جیت لیا ○ **خیر خواہ**: بھلائی چاہنے والا ○ **مذکور**: جس کا ذکر کیا گیا ہو ○ **تحمل**: برداشت ○ **سینچنا**: سیراب کرنا ○ **کمر باندھنا**: پختہ ارادہ کر لینا ○ **دیمک کی طرح روئے زمین کو لپٹ گئے**: مستقل مزاجی سے اپنے اپنے کام کرنے لگے ○ **رعیت**: رعایا ○ **سلطان**: بادشاہ ○ **لقب**: وہ نام جو کسی خوبی یا خامی کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔

سبق کا خلاصہ

زمانے کے لباس پر گناہ کا داغ لگنے سے قبل ہر انسان خوشی اور بے فکری کی زندگی گزارتا تھا گویا یہ دُنیا ملک فراغ تھی جس میں خسرو آرام کی حکومت قائم تھی۔ لوگ قدرتی گلزاروں میں سیر کرتے، آبِ حیات کے دریاؤں میں نہاتے۔ ہمیشہ صبح کا وقت اور بہار کا موسم رہتا۔ نہروں کے ٹھنڈے میٹھے پانی میں شربت سے زیادہ لذت اور دودھ سے زیادہ طاقت تھی۔ جنگلوں کی پیداوار لذیز اور طاقت بخش کھانے کا کام دیتی تھی۔ خوشبودار ہوائیں چلتی تھیں اور خوش آواز پرندے نغمہ سرا رہتے تھے۔ عیش و آرام کا قدرتی سامان سب کے لیے وافر تھا سب خوش رہتے تھے اور کوئی دوسرے کو رنج نہ پہنچاتا تھا پھر ایک میدان میں تیز اور گرم بو والے پھولوں کا ایک تختہ کھلا جس کی تاثیر سے ہر شخص کو یہ خیال پیدا ہوا کہ سامان عیش و آرام صرف اِسی کو میسر ہونا چاہیے اور دوسروں کو محروم رہنا چاہیے۔ اِس طرح فریب کے جاسوس، سینہ زوری کے شیاطین اور اِن کی اولاد یعنی غارت، تاراج اور لوٹ مار بھی آ پہنچے اور ڈاکے مارنے لگے۔ غرور، خود پسندی اور حسد نے بھی ڈیرے ڈال لیے پہلے لوگ بے احتیاجی اور سامان عیش میسر ہونے کو تونگری کہتے تھے لیکن اب یہ سمجھنے لگے کہ سب کچھ میسر ہونے کے باوجود کوئی اس وقت تک تونگر نہیں ہو سکتا جب تک ہمسایہ اِس کا محتاج نہ ہو۔ لوگ اپنے خوش حال ہمسایوں سے جل جاتے اور خود کو محتاج خیال کرتے تھے۔ اِس بد نیتی کے زیرِ اثر سب انسان احتیاج اور افلاس کے مرید ہو گئے اور ہر شخص خود کو حاجت مند ظاہر کر کے فخر کرنے لگا اب ملک فراغ کا رنگ بدل گیا سال میں چار موسم ہو گئے زمین بنجر ہو گئی اور لوگ ساگ پات اور ادنیٰ نباتات پر گزارا کرنے لگے، پھر مختلف وبائی امراض حملہ آور ہوئے اور قحط نے اولادِ آدم کو لاچار کر کے رکھ دیا۔ تدبیر اور مشورہ نے دُنیا سے الگ ہو کر سیب کے درخت میں جھولا ڈال رکھا تھا لوگ اِن کے پاس گئے اور احتیاج و افلاس سے نجات پانے کی تدبیر پوچھی وہ ناراض ہوئے اور کہا کہ اپنے کیے کا علاج نہیں تم نے خسرو آرام جیسے نیک سیرت بادشاہ کی قدر نہ کی اور یہ دِن دیکھے۔ ہم نے سنا ہے کہ احتیاج و افلاس کا ایک بیٹا ہے، جس کا نام محنت پسند خرد مند ہے۔ اِس نے اُمید کا دودھ پیا ہے ہنر مندی کے ہاتھوں پلا ہے اور کمال کا شاگرد ہے اس کی خدمت کرو لوگوں نے تدبیر اور مشورے کا شکریہ ادا کیا اور محنت پسند خرد مند کی تلاش میں نکلے جو دامن کوہ میں ملا، چہرہ ہوا سے جھرجھرایا، دُھوپ سے تمتمایا ہوا، بدن مشقت کی ریاضت سے اینٹھا، پسلیاں ابھری ہوئی تھیں، کھیتی باڑی اور معماری کا سامان پاس تھا، لوگوں کی بات سن کر قہقہہ مارا اور بولا عیش پسند اور نادان انسانو! خسرو آرام کمزور کام چور اور کم

حوصلہ تھا تمہیں مصیبت سے نکال نہ سکا آج سے تم ہماری بات مانو گے اور اپنے حالات سدھارو گے، خوراک اگاؤ، موسموں پر قابو پاؤ گے، زمین سے معدنیات اور جواہرات نکالو گے اور دُنیا کو تسخیر کرلو گے۔ لوگ محنت پسند خردمند کے پاؤں پر گرے اس نے ہمت اور تحمل کو ان پر افسر مقرر کیا جو لوگوں کو جنگلوں اور پہاڑوں میں لے گئے۔ لوگوں نے سخت محنت کی تو چند روز میں دُنیا کی صورت ہی بدل گئی۔ گاؤں، قصبے، شہر آباد ہوئے۔ اناج اور میووں کی فراوانی ہوگئی، بازار سج گئے اور عمارتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ محنت پسند خردمند نے سلطان محنت پسند کا لقب حاصل کیا اور ایک وسیع سلطنت قائم کرلی۔

مشقی سوالات

1۔ مختصر جواب دیجیے:

الف: زمانے کے پیراہن پر گناہ کا داغ لگنے سے پہلے لوگ کس طرح کی زندگی بسر کرتے تھے؟

جواب: جب زمانے کے پیراہن پر گناہ کا داغ نہیں لگا تھا تو لوگ خوش حالی اور بے فکری کی زندگی گزارتے تھے۔ خسروآرام بادشاہ کی حکومت تھی اور ملک میں ہر طرف فراغت تھی۔ ہمیشہ صبح کا وقت اور بہار کا موسم رہتا تھا۔

ب: جب غرور، خود پسندی اور حسد نے دُنیا میں ڈیرے ڈالے تو لوگوں پر کیا اثرات ہوئے؟

جواب: غرور، خود پسندی اور حسد نے لوگوں کے مزاج بدل دیئے۔ پہلے سب اپنی خوش حالی اور بے احتیاجی ہی کو تونگری سمجھتے تھے لیکن اب یہ سوچ پیدا ہوئی کہ اپنی خوش حالی کے باوجود تونگر ہم اسی وقت ہوں گے جب ہمسایہ ہمارا محتاج ہو اور اگر ہمسایہ خوش حال ہے تو ہم تونگر نہیں بلکہ محتاج ہیں۔

ج: احتیاج اور افلاس نے حضرت انسان پر کیا کیا اثرات ڈالے؟

جواب: احتیاج اور افلاس کا بزرگانہ لباس دیکھ کر حضرت انسان نے ان کی مریدی اختیار کی۔ ہر شخص خود کو حاجت مند ظاہر کرکے فخر کرنے لگا۔ طرح طرح کی حاجتوں نے لوگوں کو گھیر لیا۔

د: محنت پسند خردمند سے رجوع کرنے کے کیا اسباب ہوئے؟

جواب: تدبیر اور مشورہ نے لوگوں کو بتایا کہ احتیاج و افلاس کا ایک بیٹا محنت پسند خردمند ہے۔ اس نے اُمید کا دُودھ پیا ہے۔ ہنرمندی نے اسے پالا ہے۔ کمال کا شاگرد ہے۔ جاؤ اور اس کی خدمت کرو۔ یہ سن کر سب محنت پسند خردمند کے پاس پہنچے۔

ہ: محنت پسند خردمند کی شکل و شباہت کیسی ہے؟

جواب: محنت پسند خردمند قوی ہیکل جوان ہے۔ اس کا چہرہ ہوا سے جھرجھرایا، دُھوپ سے تمتمایا ہوا، بدن مشقت کی ریاضت سے اینٹھا ہوا، پسلیاں اُبھری ہوئی ہیں۔ اس کے ایک ہاتھ میں زراعت کا سامان، دوسرے میں معماری کے اوزار ہیں۔

و: زمانے میں ہمت اور تحمل کا عمل دخل ہوا تو اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

جواب: ہمت اور تحمل نے انسانوں کو کان کنی، زمین ہموار کرنا اور آبپاشی سکھائی۔ لوگوں کی محنت سے چند روز میں

زمین پر شہر، قصبے اور گاؤں آباد ہو گئے۔ کھیت اناج سے اور باغ میووں سے بھر گئے۔

ز: انسان کو دُنیا میں کون سے رویے زیب دیتے ہیں؟

جواب: انسان کو محنت، ہمت اور تحمل کے رویے زیب دیتے ہیں۔ یہ رویے اپنا کر ہی وہ دُنیا میں باعزت زندگی گزار سکتا ہے۔

2۔ سبق کے متن کے پیشِ نظر ''محنت کی برکات'' پر ایک مضمون لکھیے:

جواب:

محنت کی برکات (مضمون)

محنت سے مراد مشقت، ریاضت، کوشش، سرگرمی، جانفشانی، مزدوری اور ذہن و بدن کی قوت استعمال کرنا ہے، جب انسان کوئی کام سرانجام دینا چاہتا ہے تو ذہن میں اُس کا خاکہ بنا کر وسائل مہیا کرتا ہے۔ وسائل مہیا کرنے میں بھی محنت کرتا ہے، پھر کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مشقت برداشت کرتا ہے، جس کی برکت سے کام مکمل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدم کے وقت جب اس میں اپنی رُوح پھونکی تو اِس کے ساتھ ہی انسانی فطرت میں اپنی صفات پیدا کر دیں اور اِس کے وجود میں جوہر رکھ دیئے، جن کو کام میں لا کر انسان تخلیقی عمل انجام دیتا ہے۔ کسی جوہر سے کام لینا کوئی آسان عمل نہیں ہے۔ انسان جتنے بڑے مقصد کو حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اِس کے لیے اسے اتنی ہی زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے، جو لوگ زندگی کو حسرت ویاس کے سائے میں دیکھتے ہیں وہ ہمت سے کام نہیں لیتے۔ اس لیے زندگی بھی ناکام گزارتے ہیں۔ بعض لوگ زندگی میں اُمید کا عمل دخل زیادہ دیکھتے ہیں وہ محنت کرتے ہیں اور مایوسیوں کے اندھیروں کو اُمیدوں، محنتوں اور مشقتوں کے چراغوں سے روشن کرتے ہیں۔ انسانی زندگی پر جتنا بھی غور کریں ہمیں زندگی، مسلسل جدوجہد اور کوششِ پیہم ہی کا دوسرا نام نظر آتی ہے۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''انسان کے لیے اور کچھ نہیں سوائے اس کے، کہ جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔'' دنیا کے ہر مفکر نے کامیاب زندگی گزارنے کے لیے انسانوں کو محنت ہی کا درس دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ کی ساری شاعری اس سبق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ تو کسی منزل پر پہنچنے کے بعد بھی کوشش ختم کر دینے کا سبق نہیں دیتے۔

ؔ تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

اسی طرح ایک اور جگہ کہتے ہیں:

ؔ زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دِل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

محنت کا پھل دراصل محنت کی برکت ہے، جس سے انسان اپنے اعلیٰ مقاصد حاصل کرتا ہے۔ ان

مقاصد کے سامنے وقت کی ہر رفعت سر جھکاتی ہے۔ ہر منزل سرنگوں ہوتی ہے۔ ہر کامیابی قدم چومتی ہے۔

تاریخِ عالم کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں دُنیا میں جن لوگوں کو ناموری میسر ہوئی انہوں نے مسلسل محنت کی' اور عام گھرانوں میں پیدا ہو کر بھی محنت کی برکات سے نام کمایا۔ انہوں نے مشقت کی ذِلت اُٹھا کر بڑائی پائی ہے۔ مشقت اور محنت کے بغیر کبھی کسی کو فضیلت' عزت اور فرماں روائی نہیں ملی۔ مولانا حالی کہتے ہیں:

نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اُوپر چڑھے ہیں

بزرگوں نے اپنے مشاہدات اور تجربات کا نچوڑ ان لفظوں میں پیش کیا ہے کہ زمانے کی رو میں نہ بہہ جانا بلکہ زمانے کو اپنے ساتھ ملے کر چلنا، زمانے کے ساتھ لڑو گے تو عزت پاؤ گے' ورنہ زمانے کے دریا کی موجیں تمہیں اپنے ساتھ بہا کر لے جائیں گی اور تمہارے وجود کو مٹا کر رکھ دیں گی۔ کیونکہ بقول حالی

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

وہ شخص جو عمل کی قوت سے عاری ہو اُس کی زندگی موت سے بدتر ہے۔ اسی طرح جو قوم قوتِ عمل سے محروم ہو جاتی ہے۔ وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دی جاتی ہے۔ کیونکہ عمل ہی کا دوسرا نام زندگی ہے۔ محنت ہی کی برکات کا ثمرہ کامیاب زندگی ہے، بقول علامہ اقبال:

یہ رسمِ قدیم ہے یہاں کی — جنبش سے ہے زندگی جہاں کی
جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں — چلنے والے نکل گئے ہیں

عظیم آدمی، کسی رہبر و رہنما، کسی جنگجو اور جرنیل، پیغمبروں، صحابہ کرام یا کسی اور کی زندگی کا مطالعہ کریں تو مسلسل محنت ہی محنت نظر آتی ہے۔ طرح طرح کی مشکلات سے عہدہ برآ ہونا' مصائب و آلام کے خلاف نبرد آزما ہونا۔ اپنی تقدیر آپ بنانے کا عمل ہر طرف نظر آتا ہے۔ وہ اپنی خاک کو گردشِ انجم میں مقید نہیں رکھتے بلکہ گردشِ افلاک سے ٹکرا جاتے ہیں اور ہمیشہ اپنا جہاں آپ پیدا کرتے ہیں۔ دنیا اگر غالب کو بازیچۂ اطفال نظر آتی ہے، دِن رات کے عمل میں اُسے ایک تماشا ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ اورنگِ سلیماں محض ایک معمولی کھیل دکھائی دیتا ہے۔ اعجازِ مسیحا اگر صرف ایک معمولی سی بات محسوس ہوتی ہے تو یہ سب محنت ہی کی برکات ہیں۔ سائنس کے تمام کرشمے محنت کے عمل ہی کے مرہونِ منت ہیں۔

انسانی زندگی کا آغاز جنت میں یقیناً آرام طلبی اور بے عملی سے ہوا تھا لیکن وہ اس جنت کو حقیقی جنت نہیں سمجھتا، وہ چیز جو بغیر محنت کیے مل جائے، اس کی قدر نہیں ہوتی' بخشے ہوئے فردوس انسان کی نظر میں جچتے نہیں ہیں۔ وہ اپنی جنت کو اپنے خونِ جگر' اپنی محنت کے عمل اور کوششِ پیہم کی جزا سمجھتا ہے۔ اسی بات کو مولانا محمد حسین آزاد نے اپنے مضمون ''آغازِ آفرینش میں باغِ عالم کا کیا رنگ تھا اور رفتہ رفتہ کیا ہو گیا'' میں بیان کیا

ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی نظم ''روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے'' میں بیان کیا ہے۔ ان کی شاعری میں اکثر مقامات پر ان خیالات کا اظہار ملتا ہے۔ مثلاً

شعر؎ یہ کاروانِ ہستی ہے تیز گام ایسا
قومیں کچل گئی ہیں جس کی رواروی میں

پتھر اور غار کے زمانے سے لے کر انسانی زندگی کا ارتقا محنت ہی کی برکات کا پرتو ہے۔ ہر آدمی کی زندگی میں جہاں کہیں کامیابی نظر آتی ہے تو درحقیقت وہ محنت ہی کی برکت سے ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں ہمیں عطا کی ہیں اور جو خوبیاں اور کاملات ہمارے وجود میں رکھ دیے ہیں انہیں پہچانیں اور اپنے ہر مخفی جوہر کو اُجاگر کر کے ان سے کام لیں۔ اگر کہیں ناکامی کا سامنا بھی کرنا پڑے تو ہمت نہ ہاریں بلکہ ہر ناکامی کو کامیابی کا زینہ سمجھ کر آگے بڑھتے رہیں اپنی خامیوں پر نظر رکھیں انہیں دُور کریں اور کامیابیوں کے لیے محنت کرتے رہیں۔ کسی دوسرے کا محتاج ہونے کے بجائے اپنی ہمت سے کام لے کر اپنی دنیا آپ پیدا کریں۔ اپنی ہر مشکل کو آسان بنانا' ہماری محنت کی بدولت ہے۔

مولانا حالی کا فرمان ہے:

شعر؎ چھپا دستِ قدرت میں زورِ قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

3: سبق کے حوالے سے درست لفظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

الف: ہمیشہ صبح کا اور سدا موسم <u>بہار</u> کا رہتا تھا۔	(گرمی' خزاں' بہار)
ب: یہ <u>افلاس</u> ایسی بُری بلا ہے کہ انسان کو بے کس اور بے بس کر دیتی ہے۔	(دولت' مشقت' افلاس)
ج: اپنے کیے کا <u>علاج</u> نہیں۔	(علاج' فائدہ' نقصان)
د: جاڑے نے بالکل <u>لاچار</u> کر دیا۔	(بے حال' افسردہ' لاچار)
ہ: عمارتیں <u>آسمان</u> سے باتیں کرنے لگیں۔	(زمین' آسمان' درختوں)

4: درست بیان کے سامنے ''درست'' اور ''غلط'' کے سامنے ''غلط'' لکھیے۔

الف۔ خسرو آرام رعیت سے خدمت چاہتا تھا۔	غلط
ب۔ جب راحت و آرام کے سامان پیدا ہونے لگے تو رفتہ رفتہ غرور' خود پسندی اور حسد نے باغ سے کوچ کیا۔	غلط
ج۔ پہلے اسی بے احتیاجی کو لوگ تونگری کہتے تھے۔	درست
د۔ چونکہ یہ ساری نحوستیں' احتیاج اور افلاس کی نحوست سے نصیب ہوئی تھیں اس لیے سب اپنے کیے پر پچھتائے۔	درست
ہ۔ خسرو آرام ایک ظالم و جابر بادشاہ تھا۔	غلط

و۔ محنت پسند خردمند احتیاج وافلاس کا بیٹا ہے۔ درست

ز۔ محنت پسند خردمند نے اُمید کا دودھ پیا ہے، ہنر مندی نے اسے پالا ہے اور وہ کمال کا شاگرد ہے۔ درست

5: رموزِ اوقاف: (Punctuation)

رموزِ اوقاف کی علامتوں کے بغیر تحریر میں نکھار نہیں آتا۔ یہ دراصل وہ علامتیں ہیں جو ایک جملے کو دوسرے جملے سے یا کسی جملے کے ایک حصے کو دوسرے حصوں سے علیحدہ کریں۔ رموزِ اوقاف کی مدد سے پڑھنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ جملوں کو کس طرح پڑھنا ہے۔ جملے کے کس حصے کو کس طرح ادا کرنا ہے اور کہاں کہاں اور کس قدر توقف کرنا ہے۔ اگر یہ علامتیں نہ ہوں تو عبارت الفاظ وحروف کا ملغوبہ بن کر رہ جائے اور اس کا مفہوم سمجھنے میں دشواری پیش آئے۔ ان کے نہ ہونے سے عبارت کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ بھی رہتا ہے۔ رموزِ اوقاف کا فائدہ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے پڑھنا آسان ہو جاتا ہے۔ نظر کو سکون ملتا ہے اور پڑھنے والا ہر جملے کے ہر حرف کی اہمیت جان لیتا ہے۔

رموزِ اوقاف کا آغاز بغداد، دمشق اور اُندلس کے عرب علما نے کیا۔ اہلِ یورپ نے علمائے اندلس کی تقلید کی اور تھوڑے سے تغیر سے ان ہی اوقاف کو اپنے یہاں رائج کر لیا۔ آج دنیا کی کم وبیش ہر علمی وادبی زبان میں رموزِ اوقاف کے طور پر کچھ نہ کچھ علامتیں مقرر اور مستعمل ہیں۔ اُردو میں اس مقصد کے لیے جو معروف علامتیں استعمال کی جاتی ہیں ان کے نام اور شکلیں حسب ذیل ہیں:

نام علامت	شکل	نام علامت	شکل
سکتہ یا وقف خفیف	،	وقفہ یا نصف وقف	؛
رابطہ یا وقف لازم	:	تفصیلیہ	:-
ختمہ یا وقف مطلق	۔	استفہامیہ یا سوالیہ	؟
ندائیہ یا فجائیہ	!	قوسین	( )
خط یا لکیر	ـــــ	واوین	" "

سبق میں رموزِ اوقاف کے طور پر جو علامتیں استعمال ہوئی ہیں۔ ان علامتوں کو تلاش کیجیے اور اپنے استاد کی مدد سے ان کا استعمال ذہن نشین کیجیے۔

جواب: سبق میں رموز واوقات کے طور پر درج ذیل علامتیں استعمال ہوئی ہیں۔

سکتہ یا وقفِ خفیف	،	ندائیہ یا فجائیہ	!
ختمہ یا وقف مطلق	۔	قوسین	( )

☆ سیاق و سباق کے حوالے سے اہم اقتباسات کی تشریح

اقتباس 1: ''وہ انھیں دیکھتے ہی ہنسا اور ایک قہقہہ مار کر پکارا کہ آؤ انسانو! نادانو! آرام کے بندو! عیش کے پابندو! آؤ آؤ آج سے تم ہمارے سپرد ہوئے۔ اب تمھاری خوشی کی اُمید اور بچاؤ کی راہ اگر ہے تو ہمارے ہاتھ ہے۔ خسرو آرام ایک کمزور، کام چور، بے ہمت، کم حوصلہ، بھولا بھالا، سب کے منہ کا نوالا تھا۔ نہ تمھیں سنبھال سکا، نہ مصیبت سے نکال سکا۔ بیماری اور قحط سالی کا ایک ریلا بھی نہ ٹال سکا۔'' (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ 32)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : محنت پسند خردمند

مصنف کا نام : مولانا محمد حسین آزاد

سیاق و سباق: شامل نصاب مضمون ''محنت پسند خردمند'' مولانا محمد حسین آزاد کی کتاب ''نیرنگِ خیال'' کے ایک مضمون ''آغازِ آفرینش میں باغِ عالم کا کیا رنگ تھا اور رفتہ رفتہ کیا ہو گیا'' سے اقتباس ہے۔ محمد حسین آزاد لکھتے ہیں کہ شروع میں دُنیا میں سامانِ عیش اور قدرتی نعمتوں کی بہتات تھی اور سب لوگ آرام کی زندگی گزارتے تھے، لیکن پھر حسد، غرور اور خود پسندی کے منفی جذبات نے انسانوں کا مزاج بدل دیا۔ ایک دوسرے کی بدخواہی کا نتیجہ قدرتی نعمتوں سے محرومی کی صورت میں برآمد ہوا۔ قحط اور بیماریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات میں تدبیر و مشورہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے لوگوں نے محنت پسند خردمند سے رجوع کیا جس نے انھیں سخت محنت کا درس دیا۔ لوگوں کی محنت سے دُنیا میں ایک بار پھر خوش حالی آ گئی۔

تشریح: انسان اپنی فطرت میں موجود نیکی اور خیر خواہی کے تعمیری جذبے کی پرورش کرتا رہے تو دُنیا جنت کا نمونہ بن جاتی ہے لیکن یہی انسان حسد، غرور اور خود پسندی، جیسی اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو جائے تو اپنی اور دوسروں کی زندگیاں برباد کر دیتا ہے۔ آزاد لکھتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں حسد کا جذبہ نہیں تھا تو ہر طرف سامانِ عیش وافر تھا لیکن جب لوگ ہمسائے کی خوشحالی دیکھ کر جلن محسوس کرنے لگے تو دُنیا میں بیماریاں پھیل گئیں اور قحط کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات سے تنگ آ کر لوگ محنت پسند خردمند کے پاس پہنچے تو انھیں دیکھتے ہی اس نے قہقہہ لگایا اور بولا آؤ اے نادان انسانو! تم عیش و آرام کے رسیا تھے لیکن آج سے تم ہمارے سپرد ہو۔ دوبارہ خوشحالی کی منزل تک پہنچنا ہے تو ہماری بات ماننا ہوگی یعنی مسلسل محنت کرنا ہوگی۔ وہ خسرو آرام جسے تم فرشتہ سیرت سمجھتے ہو دراصل ایک مست اور بے عمل بادشاہ تھا۔ وہ کمزور، کام چور، بے ہمت اور کم حوصلہ تھا۔ اسی لیے اپنی رعایا کو سنبھال نہ سکا، جب تک سامانِ عیش میسر اور قدرتی نعمتیں مہیا رہیں، اس وقت تک تو کاروبارِ حکومت چلاتا رہا لیکن جب بیماری اور قحط سالی نے حملہ کیا تو فوراً پسپائی اختیار کر لی۔ خسرو آرام گردشِ حالات کا ایک وار بھی برداشت نہ کر سکا۔ اب تم ہماری رعایا ہو۔ ہم تمھیں مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا سکھائیں گے۔

اقتباس 2: ''اتفاقاً ایک میدانِ وسیع میں تختہ پھولوں کا کھلا کہ اس سے عالم مہک گیا مگر بُو اس کی گرم اور تیز تھی۔ تاثیر یہ ہوئی کہ لوگوں کی طبیعتیں بدل گئیں اور ہر ایک کے دِل میں خود بہ خود یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ سامانِ عیش و آرام

کا جو کچھ ہے میرے ہی کام آئے اور کے پاس نہ جائے۔ اس غرض سے اس گلزار میں گلگشت کے بہانے کبھی تو فریب کے جاسوس اور کبھی سینہ زوری کے شیاطین آ کر چالاکیاں دِکھانے لگے۔'' (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ 30)

حوالہ متن: **سبق کا عنوان** : **محنت پسند خردمند**

مصنف کا نام : **مولانا محمد حسین آزاد**

سیاق وسباق: مولانا محمد حسین آزاد کی کتاب ''نیرنگِ خیال'' میں شامل مضمون ''آغازِ آفرینش'' میں باغ عالم کا رنگ کیا تھا اور رفتہ رفتہ کیا ہو گیا'' میں سے ایک اقتباس بہ عنوان ''محنت پسند خردمند'' نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ محمد حسین آزاد لکھتے ہیں کہ زمانے کے پیراہن پر گناہ کا داغ لگنے سے پہلے اولادِ آدم عیش و آرام کی زندگی گزارتی تھی۔ دُنیا جنت کا نمونہ تھی۔ نعمتوں کا شمار نہ تھا لیکن پھر حسد، غرور اور خود پسندی جیسی برائیوں نے انسان کو آ لیا اور اُس کے نتیجے میں دُنیا کا رنگ ہی بدل گیا۔ اولادِ آدم کو موسموں کی شدت، قحط اور مختلف امراض کا سامنا کرنا پڑا۔ بدحالی سے تنگ آ کر لوگ محنت پسند خردمند کے پاس گئے جس نے ان کو مسلسل محنت کا درس دیا۔ محنت پسند خردمند کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے لوگوں نے سخت مشقت کی اور ایک بار پھر خوشحال ہو گئے۔

تشریح: مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ ابتدائی زمانے میں عیش و آرام کے سامان کی فراوانی تھی۔ ہر طرح کی نعمتیں میسر تھیں۔ لوگ فارغ البال تھے۔ دوسروں کی خوش حالی دیکھ کر ان کے دِل میں کوئی منفی جذبہ پیدا نہ ہوتا تھا، پھر اتفاق سے ایک وسیع میدان میں پھولوں کی کیاری کھلی جس کی بو گرم اور تیز تھی۔ اس کیاری کی مہک پوری دُنیا میں پھیل گئی۔ اس مہک کی تاثیر ایسی زبردست تھی کہ لوگوں کے مزاج ہی بدل گئے۔ پہلے لوگ اپنی خوش حالی پر مطمئن تھے اور انھیں اس سے کوئی غرض نہ تھی کہ سامانِ عیش سے دوسرے بھی لطف اندوز ہو رہے ہیں لیکن اب ہر ایک کے دِل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہر نعمت صرف میرے کام آئے اور دُنیا میں میرے علاوہ سب لوگ اس سے محروم رہیں۔ یہ منفی سوچ، منفی جذبات پیدا کرنے کا باعث بنی۔ نعمتوں کو خود تک محدود رکھنے اور دوسروں کو محروم رکھنے کے تباہ کن خیال نے انسان کو فریب اور سینہ زوری جیسی برائیاں سکھا دیں۔ اب وہ یہ سمجھنے لگا کہ دوسروں سے بہتر زندگی گزارنے کا مقصد حاصل کرنے کے لیے دھوکا دہی بھی جائز ہے اور دھونس بھی ناروا نہیں۔ یہ منفی سوچ پھیلتی گئی اور اسی سوچ نے دُنیا کو بدامنی اور لاقانونیت جیسے مسائل سے دوچار کر دیا جن کا حل تلاش کرنا آج کی جدید دُنیا کے لیے بھی ایک بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔

مزید معروضی سوالات

س: لوگوں کی طبیعتیں کس وجہ سے بدل گئیں؟

ج: ایک میدان میں پھولوں کا تختہ کھلا جن کی بو گرم اور تیز تھی۔ اس کی تاثیر سے لوگوں کی طبیعتیں بدل گئیں۔ ہر ایک کے دل میں یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ سامانِ عیش اسی کے کام آئے اور کسی اور کے پاس نہ جانے پائے۔

س: لوگوں کو بدنیتی کی کیا سزا ملی؟
ج: بدنیتی کی سزا یہ ملی کہ سب لوگ احتیاج اور افلاس کے مرید بن گئے اور ہر شخص اپنے تئیں حاجت مند ظاہر کر کے فخر کرنے لگا۔ ملک فراغ کا رنگ بالکل بدل گیا۔
س: تدبیر اور مشورہ نے کیا کیا؟
ج: تدبیر اور مشورہ دو تجربہ کار دنیا سے کنارہ کش ہو گئے اور ایک باغ میں سیب کے درخت میں جھولا ڈال لیا۔ لوگوں نے ان سے مشورہ مانگا تو انہوں نے محنت پسند خردمند کا نام بتایا۔
س: محنت پسند خردمند کون ہے؟
ج: محنت پسند خردمند احتیاج وافلاس کا بیٹا ہے۔ اس نے اُمید کا دودھ پیا ہے۔ ہنرمندی نے اس کو پالا ہے اور وہ کمال کا شاگرد ہے۔
س: محنت پسند خردمند کا کیا حلیہ بیان کیا گیا ہے؟
ج: محنت پسند خردمند ایک قوی ہیکل جوان ہے۔ اس کا چہرہ ہوا سے جھرجھرایا ہوا' دھوپ سے تمتمایا ہوا' مشقت کی ریاضت سے بدن اینٹھا ہوا' پسلیاں اُبھری ہوئیں' ایک ہاتھ میں کھیتی کا سامان' دوسرے میں معماری کے اوزار لیے ہانپ رہا ہے۔
س: لوگوں کے محنت پسند خردمند کے متعلق کیا تاثرات تھے؟
ج: اس کی باتوں نے سب کے دِلوں کو لبھالیا۔ وہ سمجھے کہ محنت پسند خردمند بنی آدم کا خیر خواہ اور ہمارا دِلی دوست ہے اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر اس کے پاؤں پر گرنے لگے۔
س: خسرو آرام کیسا حکمران تھا؟
ج: خسرو آرام کمزور حکمران تھا۔ وہ کام چوڑ بے ہمت اور کم حوصلہ تھا۔ بھولا بھالا اور سب کے منہ کا نوالہ تھا۔ وہ عوام کو سنبھال سکا نہ بیماری اور قحط سالی کا مقابلہ کر سکا۔
س: محنت پسند خردمند کے مشورے سے کیا تبدیلی آئی؟
ج: محنت پسند خردمند کے مشورے نے عوام کی دُنیا بدل دی۔ کھیت اناج سے' باغ پھلوں سے بھر گئے۔ فلک بوس عمارتیں کھڑی ہو گئیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں کامیابی قدم چومنے لگی۔
س: حسد کیا ہے۔ اس کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟
ج: وہ جذبہ جس کے تحت انسان دوسرے انسان کی خوش حالی' فارغ البالی اور تونگری کو دیکھ کر جلتا ہے' حسد کہلاتا ہے۔ معاشرے پر اس کے اثرات تباہ کُن ہوتے ہیں۔